سرینگر اور پشاور کا لسانی تعلق

(تحقیق پر مبنی مقالات)

میاں کریم اللہ قریشی کرناہی

اہتمامِ اشاعت

محمد ضیاء الدین

گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور

جملہ حقوق بحق گندھارا ہندکو اکیڈمی محفوظ ہیں

نام کتاب: سرینگر اور پشاور کا لسانی تعلق

مصنف: میاں کریم اللہ قریشی کرناہی

زبان: اُردو

صفحات: ۲۸۷

موضوع: پہاڑی اور ہندکو زبان وادب

اہتمامِ اشاعت: محمد ضیاءالدین
(جنرل سیکریڑی گندھارا ہندکو بورڈ، پشاور

کمپوزنگ: علی اویس، محمد عتیق، نعمان قیوم، تسلیم احمد میر، محمد آفتاب

سرورق: ثاقب حسین

سالِ اشاعت: ۲۰۱۷ء

جی ایچ اے اشاعت حوالہ: F.116/17-B

قیمت: ۵۰۰ روپے

ناشر: گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور

مطبع: جی ایچ اے لیزر پرنٹنگ، پشاور

آئی ایس بی این نمبر: ۹۷۸-۹۶۹-۶۸۷-۰۹۴-۴

ملنے کا پتا: گندھارا ہندکو اکیڈمی، ۲۔ چنار روڈ، آبدرہ، یونیورسٹی ٹاؤن پشاور

گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور

۲۔ چنار روڈ، آبدرہ، یونیورسٹی ٹاؤن، پشاور
091-9218164,9218165
www.gandharahindko.com

انتساب

اپنے مرحومین ماں باپ **''مائی جمیلہ صاحبہ''** اور **''میاں وزیر محمد قریشی صاحب''** کے

نام

جن کی بے پناہ شفقت اور دعاؤں کے طفیل اللہ رب العزت نے ہمیں یتیمی کے گمنام و کرب ناک بھنور سے باحفاظت نکال کر زندگی کے ہر موڑ پر شرم وحیاء کی پیکر اس عالمی شہرت یافتہ سر زمین ''کرناہ'' کے اسلام وانسان دوست اور سراپا خُلق وحِلم مکینوں کی خیر خواہی نصیب فرمائی اور ایسی پہچان دی جس کی صدائیں سرینگر سے پشاور اور پشاور سے سرینگر اور نہ جانے کہاں سے کہاں تک سُنائی دے رہی ہیں اور الحمداللہ ! شہر شہر اور قریہ قریہ ''کرناہیت'' کو متعارف کرا رہی ہیں۔

میرے ساتھ آپ بھی اپنی بابرکت آواز ملائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں آپ سب کے آباواقارب سمیت میری **امّاں** اور **ابّا جان** کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

(میاں کریم اللہ قریشی کرناہی)

ترتیب

نمبر شمار	عنوانات		صفحہ
۱:	تعارف وتقریظ:	محمد ضیاء الدین	۵
۲:	پیش گفتار:	مصنف	۷
۳:	پہاڑی زبان وادب		۲۰
۴:	پہاڑی زبان وادب پاک وہند اور سرینگر و مظفر آباد کے جھروکوں سے		۴۰
۵:	جموں وکشمیر کلچرل اکیڈیمی سرینگر: قیام و کردار		۴۸
۶:	پہاڑی زبان کی ترقی میں ''کلچرل اکیڈیمی سرینگر'' کا کردار		۶۲
۷:	پہاڑی اور ہندکو: سرینگر سے پشاور اور پشاور سے سرینگر		۱۲۹
۸:	اُردو اور پہاڑی: لسانی وتہذیبی ہم آہنگی اور مشترک ادبی رجحانات		۱۶۸
۹:	محترم صدر و اراکین ہندکو بوٹل جرگہ ایبٹ آباد کے نام		۲۲۶
۱۰:	پہاڑی زبان کا مستعار رسم الخط اور اس کی دشواریاں		۲۳۵
۱۱:	پہاڑی معاشرے کی تاریخ اور لوک ادب		۲۷۶
۱۲:	انڈیکس		a-h

تعارف وتقریظ

میاں کریم اللہ قریشی کرناہی کا تعلق وادی کشمیر سرینگر سے ہے۔ موصوف اُردو، ہندکو اور پنجابی کے علاوہ ریاست جموں وکشمیر کی اہم اور نمائندہ زبانوں ''کشمیری، ڈوگری، پہاڑی'' اور ''گوجری'' پر مکمل عبور رکھتے ہیں اور اپنی تخلیقی وتحقیقی سرگرمیوں کے باعث ریاست جموں وکشمیر میں جنگ بندی لائن کے آر پار اور پاکستان کے علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ گندھارا ہندکو بورڈ پشاور کے ساتھ اُن کا تعلق بہت پرانا اور حسین یادوں پر مبنی ہے۔ میاں صاحب موصوف ۱۹۹۸ء سے گندھارا ہندکو بورڈ کی ادبی وثقافتی تقاریب ومجالس میں شرکت فرماتے آرہے ہیں۔ ان کی مادری زبان ویسے تو پہاڑی ہے لیکن یہ ہندکو اور پہاڑی کو ایک ہی زبان یا ایک زبان کے دو علاقائی روپ سمجھتے ہیں۔ پہاڑی اور ہندکو آریائی گروہ کی زبانیں ہونے کے ناتے ایک دوسری سے گہرے رشتے میں منسلک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے سرعت کے ساتھ ترقی کی منازل طے کیئے جارہی ہیں۔

سرینگر میں حکومت کی طرف سے جب ریاست جموں وکشمیر کے عالمی شہرت یافتہ ادبی وثقافتی ادارہ ''اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر'' میں پہاڑی زبان وادب اور ثقافت کی ترقی کے لیے ''پہاڑی سیکشن'' کے نام سے ایک ذیلی شعبہ قائم کیا گیا تو اس کے پہلے یعنی بانی افسر (انچاج) کا قرعہء فال میاں کریم اللہ قریشی کرناہی کے نام نکلا۔ اس اعتبار سے گندھارا ہندکو بورڈ کے ساتھ ان کا تعلق ہمارے لیئے بے حد مسرت اور اطمینان کا باعث ہے۔ محترم میاں کریم اللہ

قریشی صاحب کی بڑی خواہش تھی کہ پشاور میں حکومتی سطح پر ہندکو اکیڈیمی کا قیام عمل میں لایا جائے۔ الحمدوللہ! اب چوں کہ گندھارا ہندکو بورڈ کی تقریباً دو عشروں پر محیط جدوجہد کے نتیجے میں صوبائی حکومت نے پشاور میں گندھارا ہندکو بورڈ کے تحت ''ہندکو اکیڈیمی'' قائم کر دی ہے جس سے صوبہ خیبر پختون خواہ، پاکستان بھر اور بیرونِ ملک مقیم ہندکو وانوں کے ساتھ ساتھ قریشی صاحب موصوف کا یہ خواب شرمندہ تعمیر ہو چکا ہے اس لیئے ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ گزشتہ ۱۷ برس کے دوران اُنھوں نے ہماری مختلف ادبی کانفرنسوں میں اُردو اور پہاڑی میں جو تحقیقی مقالات پیش کیے ہیں اُن میں سے پہلے مرحلے پر اُردو مقالات کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ پہاڑی اور ہندکو سے متعلق اُن کے تقریباً تمام دستیاب مقالات کو ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ''سرینگر اور پشاور کا لسانی تعلق'' کے نام سے کتابی صورت دے دی ہے۔ لہذا:

ہمیں صرف یقین ہی نہیں بلکہ حق الیقین ہے کہ اس کتاب میں شامل تمام مضامین میں پہاڑی اور ہندکو کی حد درجہ قربت، صوتی ہم آہنگی اور لسانی یک رنگی کی دل آویز وسحر انگیز خوشبو سے قارئین کو سرینگر اور پشاور کے لسانی تعلق اور اُس کی اہمیت کا اندازہ کر کے بے حد خوشی و مسرت ہوگی اور ان شا اللہ محترم میاں کریم اللہ قریشی صاحب نے پشاور اور سرینگر کے درمیان لسانی تعلق کے یہ جو خوبصورت دیپ جلائے ہیں اُن کی روشنی تا ابد جگمگاتی رہے گی۔

F:\Saqib\GHA Laser Printing Books\M Karim Qureshi

محمد ضیاء الدین

جنرل سیکریٹری، گندھارا ہندکو بورڈ پاکستان

پشاور شہر

۲۵ فروری ۲۰۱۷ء

پیش گفتار

اُن کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے
(جگرؔ مراد آبادی)

اللہ ربُ العزت کے مجھ پر کروڑہا احسانات میں سے میری ولادت کے لیئے سرزمینِ ''کرناہ'' کا انتخاب اُس کا خصوصی احسان اور فضلِ عظیم ہے۔ جھرنوں، کوہساروں، آبشاروں، خوب صورت اور صاف وشفاف پانیوں، ندی نالوں، لہلہاتے کھیتوں اور انوع واقسام کے بلند و بالا درختوں کے سرسبز وشاداب اور گھنے جنگلات سے مزین طشتری نما اس ہوش ربا سرزمین نے کئی عالمی شہرت یافتہ شخصیات کو جنم دیا۔ جب میں اس حقیقت پر غور کرتا ہوں تو مجھے ماہرینِ سماجیات کے یہ دونوں کلیے مزید تحقیق طلب دکھائی دیتے ہیں کہ بعض علاقے شخصیات کے باعث پہچانے جاتے ہیں اور بعض شخصیات علاقے کے باعث عزت وتوقیر حاصل کرتی ہیں۔ یہ دونوں کلیے اپنے اپنے مقام پر صحیح اور صدیوں سے تسلیم شدہ حقیقتیں ہیں۔ وہ اس طرح کہ اگر ہم سرزمین کرناہ کے اُن سرکردہ اور نامور سپوتوں کو یاد کریں جن کے دائمی اور خوبصورت زندگی کے شوق میں اس امتحان گاہ میں توفیق اِلٰہی سے اپنے پرچے بروقت حل کر کے دارالبقأ کو سدھار جانے سے یوں لگتا ہے کہ اب کرناہ کی سرزمین اُن کے پاؤں کے لمس کو ترستی ہے اور وہ ہم سب کے حاشیہءِ تصور پر اس طرح متمکن ہیں کہ نہ ہم اُنھیں بھول پائے ہیں اور نہ کبھی بھول پائیں گے۔ مثلاً:

قاضی محمد شفیع صاحب شہید، قاضی عبدالرحمٰن صاحب، قاضی غلام حیدر صاحب، منشی زمان میر صاحب، مولوی میر عالم صاحب، قاضی غلام مصطفٰے صاحب، قاضی محمد سرور صاحب، راجہ منگتا خان صاحب، منشی صفدر علی خان صاحب، قاضی غلام نبی صاحب، قبلہ پیر ماسٹر صاحب، شاعر

کرناہ جناب عزیز خان صاحب، راجہ ابراھیم خان صاحب، خواجہ عبداللہ جو صاحب، خواجہ محمد یونس صاحب، خواجہ اکبر جو صاحب، سکندر لون صاحب، عبدالرحیم لون صاحب، رحمت اللہ خان صاحب، مولوی ولی الرحمٰن صاحب، قاضی محمد عبداللہ صاحب، قاضی نور الٰہی صاحب، منشی علی زمان صاحب، عبدالرشید میر صاحب سابق ایس پی، خواجہ عزیز جو صاحب، خواجہ غلام مصطفےٰ صاحب، خواجہ محمد عرفان صاحب، مولوی خیر اللہ صاحب، مولوی شاہجہان قریشی صاحب، مولوی سید ولی عباسی صاحب، مولوی محمد ولی رنا صاحب' مولوی غلام رسول رانا صاحب، سائیں برکت اُللہ میر صاحب، ڈاکٹر غلام ربانی صاحب، عبدالعزیز میر صاحب (میرے ابتدائی اور کبھی نہ بھولنے والے اُستادِ مکرم)، حاجی سرفراز میر صاحب، گلاب ماگری صاحب، محمد شفیع ماگری صاحب، سید میر حسین شاہ صاحب، سلطان محمد چک صاحب، جبار لون صاحب، رفیق خان صاحب، خواجہ فتح جو صاحب، سکندر خان صاحب اور ان کے سرکردہ معاصرین کے علاوہ صوفی بزرگان میں سُرمے پڑی والے سائیں صاحبؒ، حاجی ناڑ کے قادر متو صاحبؒ، مولوی حفیظ اللہ صاحبؒ، لوہار متو صاحبؒ، گڑھی والے نانگا باجی صاحبؒ۔ کنڈی کے نانگا باجی صاحبؒ، بڈون کے سائیں محمود صاحبؒ اور میاں صاحبؒ درنگیاڑی والے (فرزند گڑھی والے نانگا باجیؒ) کے علاوہ ماضی قریب میں وفات پا جانے والے، نامور فرزندانِ کرناہ عالم قریشی صاحب، سیف علی خان سیفی صاحب، نور احمد قُریشی صاحب، غلام مصطفےٰ پنچھی صاحب، میر اللہ خان نمبردار صاحب، غلام ربانی اعوان صاحب، ماسٹر محمد لقمان مغل صاحب، محمد مقبول صاحب، علی گوہر خان صاحب اور محمد جان صاحب سابق نائب تحصیلداران، سید محبوب شاہ صاحب (سابق پوسٹ مین)، سید غلام حسین شاہ صاحب (معروف سماجی کارکن ہاپت کھنی)، چوہدری نظام الدین صاحب، چوہدری قلم دین صاحب، قاضی غلام مرتضٰے صاحب، چوہدری عبدالخالق صاحب (گرداور)، خواجہ غلام محی الدین چوہدری صاحب (پولیس افسر)، محمد بشیر خان چک صاحب ڈی ایس پی، عبدالغنی شیخ صاحب، باغبالا کے فقیر محمد پسوال صاحب، نیاز محمد پسوال صاحب (نمبردار)، ولائت حسین چک صاحب

اور متعدد دیگر مرحومین۔ جب کہ:

ارضِ وطن کرناہ کی بقیدِ حیات شخصیات میں اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، جناب منظور گیلانی سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آزاد کشمیر، جناب سید یٰسین شاہ گیلانی سابق ڈی سی، جناب شیخ عبدالقیوم سابق ایس پی، جناب علی اصغر خان سابق ایس پی، جناب سید شبیر حسین گیلانی سابق ایس پی، جناب رشید شیخ ایس پی، جناب کفیل الرحمٰن سابق ایم ایل اے، جناب ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصرؔ، جناب راجہ منظور خان ایم ایل اے، جناب علی شان خان، جناب قاضی یحییٰ، جناب غیاث الدین، جناب محمد اشرف خان سابق ڈی ایف او، جناب ہدایت اللہ قریشی، جناب قاضی محبوب الٰہی ایڈووکیٹ، جناب عبدالرشید مرچال ایڈووکیٹ، جناب قاضی عبدالواحد سابق وی سی کشمیر یونیورسٹی، جناب قاضی عبدالحمید موجودہ مفتی کرناہ، جناب راجہ اسمٰعیل خان، جناب میر مٹھا صاحب، جناب راجہ سکندر خان، جناب عبدالرحمٰن بڈھانہ، جناب قیصر الدین قیصرؔ، جناب ماسٹر نورالدین چوہدری، جناب چوہدری غلام ربانی سابق گرداور، جناب چوہدری عبدالرشید سابق گرداور، جناب عبدالرشید قریشی، جناب عبدالرشید لون، جناب مقبول خان، جناب ڈاکٹر جہانگیر دانشؔ، جناب محمد نوراللہ قریشی ایڈووکیٹ، جناب حیدر ندیمؔ، جناب محمد ایوب میر (نعیم کرناہی) جناب ڈاکٹر خواجہ محمد عباس، جناب خواجہ غلام حسن، جناب مولوی غلام نبی رانا، جناب عبدالحمید خان سابق ایس ڈی ایم، جناب غلام نبی سابق جج جناب غازی شاہ اور جناب خواجہ نذیر سابق رینج آفیسران، جناب عبدلرشید ملدیال، جناب خواجہ محمد سعید، جناب قاضی عبدالمجید، جناب عبدالمجید بانڈے سابق انفارمیشن آفیسر، جناب سُلیمان میر سابق ڈی ایس پی، جناب خواجہ عبدالقیوم سابق ڈی ایس پی، جناب زمان میر سابق انسپیکٹر پولیس، جناب عبدالرحمٰن سابق انسپیکٹر پولیس۔ ٹنگڈھار ناڑ کے جناب غلام رسول اور سینکڑوں دیگر سرکردہ حضرات کے

حوالے سے بات کریں تو میرے نقطہ ءنظر سے یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ارضِ وطن کرناہ کی عزت وتوقیر اور شہرت ونیک نامی میں یقیناً اِن حضرات کی گراں قدر خدمات اور کردار کے باعث اضافہ ہوا ہے ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے مصداق یہاں اِن چند حضرات کے اسمأ زبان پہ آگئے جب کہ ہندو برادری کے لالہ میلا رام صاحب، گنگا رام صاحب، گیان چند صاحب اور سکھ برادری کے سَنت جوگندر سنگھ شان صاحب، ماسٹر اندر سنگھ صاحب، دلیپ سنگھ صاحب سابق رینج آفیسر، سادھو سنگھ صاحب اور کئی دوسرے اہم نام بھی کرناہ کے بھائی چارے اور اتحاد وایثار کے بہترین غماز ہیں۔

راقم السطور نے ''پیش گفتار'' کے زیرِعنوان ارضِ وطن کرناہ کے چند مرحومین اور بقیدِ حیات سپوتوں کے اسمأ اس غرض سے زبان پر لانے کی سعادت حاصل کی کہ ارضِ وطن سے تین عشروں تک کی دوری اور ہجر وفراق کی تلخیوں کو قدرے کم کیا جا سکے۔لیکن خدا لگتی بات یہ ہے کہ اس تجربے کا ایسا الٹا اثر ہوا جیسے ''جلتی پر تیل کا اثر ہوتا ہے'' اور ایک بار پھر بے ساختہ ماہرین سماجیات کے وضع کردہ صدیوں پرانے اُن کلیوں کی طرف دھیان گیا اور یہ یقین کر لینے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا کہ اگر کرناہ کی سرزمین نے اتنی بڑی بڑی شخصیات پیدا کیں تو یقیناً کرناہ کی عظمت مسلمہ ہے۔اور اگر کرناہ کو اِن شخصیات کے باعث عزت ملی تو پھر ان حضرات کا مقام بلند ہے۔تاہم یہ وہ نازک اور باریک نکتہ ہے جس پر اصحابِ علم ودانش کو ہی بحث زیب دیتی ہے نہ کہ مجھ جیسے کم علم وکم فہم کو۔کرناہ کی اِن چند شخصیات کے اسمأ کا کسی تاریخ وار ترتیب کے قطع نظر بے ساختہ زبان پر لانے کی سعادت حاصل کرنا صرف دِل کا بوجھ ہلکا کرنا تھا کوئی ڈائریکٹری مرتب کرنا نہیں تھا۔اور نہ ہی اس مختصر تحریر میں ایسا ممکن ہے جب کہ کرناہ کی شخصیات کی ڈائریکٹری ضرور مرتب ہونی چاہئیے۔اس ضمن میں کلچرل اکیڈیمی سرینگر کے شعبہ پہاڑی نے ''شیرازہ کرناہ نمبر'' شائع کر کے بہت حد تک

حق ادا کر دیا ہے جس کے لیے راقم شعبہ کے ذمہ داران بالخصوص نعیم کرناہی صاحب کا شکر گزار ہے اور انھیں خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔ تاہم میرے خیال میں اگر ڈائریکٹری مرتب کرنا کسی کے نصیب میں لکھا ہو تو اُس کے لیے اُسے ادوار کا تعین کرنا ہوگا اور ایک عہد سو برس سے زیادہ کا نہیں ہونا چاہیئے اور ابتدا آج سے ایک سو برس پہلے تک کی شخصیات سے کی جانا ہوگی۔ اِسی طرح دوسرا دور گزشتہ دو سو برس سے گزشتہ ایک سو برس تک اور تیسرا تین سو برس پہلے سے دو سو برس پہلے تک اور اِسی طرح جہاں تک توفیق ہو سکے۔ اگر ایک سو برس پہلے سے شروع کیا جائے تو ایسی کئی شخصیات کے اسماء سامنے آئیں گے جو جنگِ عظیم اوّل اور دوم میں شہید ہوئے۔ کرناہ میں زبان زدِ عام پہاڑی لوک گیت ''سپاہی'' اُسی دور کی تخلیق ہے:

ے ہورناں سپاہیاں دِیاں اللہ چھٹیاں وو آئیاں
ماہڑیاں سجناں دے آئے پھیڑے کاٹ او سپاہیا جی

بات بڑھتے بڑھتے شخصیاتِ کرناہ کی ڈائریکٹری تک جا پہنچی تو اتنا گزارش کرتا چلوں کہ اگر زندگی نے وفا کی تو ''شناسائیاں'' کے زیرِ عنوان ایک ضخیم کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہوں جس میں ان شااللہ ارضِ وطن کرناہ کے اُن تمام خواتین وحضرات کا تذکرہ اُن کے شایانِ شان الفاظ میں مرتب کرنے کی کوشش کروں گا جن سے زندگی کے کسی بھی موڑ پر، جہاں بھی اور جتنا وقت بھی قربت اور ملاقات رہی ہے۔ خواہ چند لمحے ہی کیوں نہ رہی ہو خواہ صرف سمعی و بصری حد تک ہی رہی ہو۔

سرزمینِ کرناہ کو اصحابِ فکر و دانش اگر Intellectuals producing machine کہتے ہیں تو یقیناً بجا کہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ سرزمین اپنے Intellectuals کو اپنے اندر سما نہیں سکتی بلکہ اُگل دیتی ہے اور منظور گیلانی صاحب اور محمد نوراللہ قریشی صاحب

جیسے اکثر سپوتوں کو اپنے سے دور کر کے ہجر و فراق کی اذیت ناک کیفیت سے دوچار کر دیتی ہے۔تاہم:

اس منطقی اور فلسفیانہ بحث سے قطع نظر کہ کوئی علاقہ اپنے مکینوں کی پہچان ہوتا ہے یا علاقہ اہم شخصیات کے باعث شہرت و وقار حاصل کرتا ہے راقم السطور پر ماہرینِ سماجیات کے مندرجہ بالا دونوں کلیے ایک نئے زاویے کے تحت منطبق ہوتے ہیں۔اس عتبار سے راقم اپنے آپ کو خوش قسمت نہیں بلکہ خوش قسمت ترین سمجھتا ہے اور اللہ ربُ العزت کا لاکھ شکر ادا کرتا ہے۔وہ نیا زاویہ یہ ہے کہ اگر راقم یہ کہے کہ میں اُس سرزمین پر پیدا ہوا ہوں جہاں قاضی محمد شفیع صاحب شہید اور قاضی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم جیسی شخصیات پیدا ہوئیں تو بھی ایک بہت بڑی پہچان اور عزت و توقیر کا حقدار ہو سکتا ہے اور اگر یہ کہے کہ میری پیدائش کرناہ میں ہوئی اور میں نے بچپن اور جوانی کرناہ میں گزاری ہے تو بھی عزت و وقار کے Mounteverest جیسے بلند پہاڑ کی چوٹی سر کرنے سے کم نہیں ہے۔

کرناہ کی عظمت پر بات چلی تو راقم کو اپنے مرحوم بہنوئی مولوی عبدالرحمٰن قریشی صاحب باغبانی (والد محمد عبداللہ قریشی بینک منیجر) کے وہ تاریخی اور یادگار الفاظ یاد آ گئے جب راقم کے بوجوہ سرینگر سے ہجرت کر جانے کے ارادے سے کچھ محبین کو علم ہو چکا تھا۔غالباً اکتوبر ۱۹۸۶ء کے پہلے ہفتے میں ولیواڑ (اپنے گھر) سے سرینگر آتے ہوئے ''وتہ لار'' پہنچ کر سڑک پر بس کا انتظار کر رہے تھے تو انھوں نے کہا'' قریشی صاحب! میری ایک بات یاد رکھنا''۔میں نے کہا جی بتائیں کیا بات ہے تو فرمانے لگے''میں نے ہندوستان و پاکستان کی سیر کی ہے اور تمام شہر و دیہات کے مکینوں کو قریب سے دیکھا ہے اُن کی تہذیب و تمدن کو دیکھا ہے لیکن مجھے کرناہ کے لوگوں جیسے مہذب، ہمدرد، اسلام اور انسان دوست لوگ کہیں بھی نہیں ملے۔اور نہ ہی کرناہ جیسی محبتیں بکھیرتی زمین ہی کہیں دیکھی۔آپ دنیا میں جہاں بھی چلے جائیں اور جتنی آسائشیں آپ کو میسر آ جائیں وہ سکون آپ کو کبھی

نہیں ملے گا جو کرناہ میں آپ کو میسر ہے''۔اللہ تعالیٰ مولوی عبدالرحمٰن قریشی صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔تیس برس کے مشاہدے اور تجربے کے بعد میں نے اُن کے اُن تمام خیالات و تجربات کو سو فیصد صحیح پایا۔لیکن اب وقت بیت گیا ہے۔وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا اور نہ کسی کے لیے مُڑ کر پیچھے آتا ہے۔بس ادائیگی حق یہی سمجھتا ہوں کہ جب تک دم میں دم ہے کرناہ اور اہل کرناہ کی عظمت کو سلام پیش کرتا رہوں۔''پتھر اور پارس'' کے ملاپ کے مصداق سیکڑوں دیگر خوش بختوں کے ساتھ ساتھ مجھے بھی کرناہ اور اہل کرناہ سے ملاپ نے خوب پہچان دی۔لیکن جُدائی کا کرب ہے کہ کھائے ہی جارہا ہے جسے اگر مشیتِ ربی نہ سمجھوں تو دیوانہ ہو جاؤں۔

کرناہ اور اہل کرناہ سے جدائی دنوں سے ہفتوں، ہفتوں سے مہینوں اور مہینوں سے سالوں میں تبدیل ہوتے ہوتے اتنی طویل ہوتی چلی گئی کہ تیس برس بیت گئے۔اور اب یوں لگتا ہے کہ زندگی کا سورج ڈھلنے کو ہے۔تیس برس کے اس طویل دورانیے نے کئی شخصیات کو عالمِ برزخ میں پہنچا دیا اور ابھی تک انتظار کی تلخیوں اور حسرتِ دید کے قرب کے سوا میرے ہاتھ اور کچھ نہ آیا۔کیا معلوم باقی ماندہ زندگی میں کرناہ کے اُن محبین و محسنین سے ملاقات ہوگی بھی یا نہیں جو اللہ کے فضل سے ابھی بقیدحیات ہیں اور جن کی حد درجہ دعاؤں اور اخلاقی حمایت سے ابتداً محکمہ ہارٹیکلچر میں ملازم ہوا پھر محکمہ تعلیم میں بحیثیت مدرس تعینات ہو کر وادی کے چند پرائمری و مڈل سکولوں سے ہوتا ہوا ہائی سکول ٹنگڈھار اور پھر ہائی سکول گبراہ پہنچا، جہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حیرت انگیز اٹھان دے کر کلچرل اکیڈیمی سرینگر میں شعبہ پہاڑی کے پہلے اور بانی انچارج آفیسر ہونے کے منفرد عزاز سے نوازا اور یکم اگست ۱۹۷۸ء سے ۲۶ اپریل ۱۹۸۷ء تک مجھ سے پہاڑی زبان و ادب کی ترقی کا جو کام لیا وہ اب نہ صرف تاریخ بلکہ میرے ماضی کی حسین یادوں کا ایک چمن زار بن چکا ہے۔پہاڑی زبان و ادب کی ترقی کے لیئے راقم السطور کی کوشش اپنی اُٹھان

پڑتھی کہ نہ جانے کس کی نظر کھا گئی اور راقم کو رزق نے سرینگر سے اُٹھا کر مظفر آباد میں لا پھینکا۔لیکن اب کا مظفر آباد وہ نہ تھا جہاں مہاراجہ ہری سنگھ نے جناب شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب کو مدرس تعینات کر کے سزا کے طور پر بھیجا تھا۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آج کے مظفر آباد میں زندگی کی تمام سہولیات میسر ہونے کے باوجود مجھے کرناہ اور سرینگر سے دوری گھن کی طرح اندر ہی اندر سے کھاتی رہی حالانکہ اگرچہ یہاں مظفر آباد، راولپنڈی، لاہور، پشاور، یا کسی اور شہر کے مکینوں کے روبرو اُن کے پیار اور خلوص کے پیشِ نظر کبھی زبان سے یہ بات نہ نکلی کہ میں مہاجر ہوں یا اپنے آبائی وطن ''کرناہ'' سے دور ہوں لیکن پہاڑی زبان کے اس آفاقی مقولے کے مصداق کہ: ؎ ''چنہ بھی پردیس تہ بنہ بھی پردیس''، جن کے درمیان ''بنہ''(دیوار) حائل ہوتا ہے وہی اُس کی سختی کو جانتے ہیں یعنی: ؎ ''جس تن لاگے سوتن جانے''۔تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ: ؎ ''تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں''۔راقم السطور کے پہلے اُردو شعری مجموعے ''خضر دیکھتا ہے وُلر کے کنارے'' میں شامل ''کپواڑہ کی سُنو کہانی'' کے زیرِ عنوان طویل نظم کے درج ذیل اشعار پڑھ یا سن کر ''کرناہ'' اور ''اہل کرناہ'' کی یاد میں یہاں کراچی سے خیبر تک محافل ومجالس میں میرے ساتھ پُرنم ہونے والے بھائی بہنوں کہ رفاقت و ہمدردی میں بیتنے والے لمحات بھی میری زندگی کا اثاثہ اور کرناہ کی عظمت کی دلیل ہیں۔

؎ شمس بری ہے اُونچا بربت
پانی اس کا جیسے شربت
ہے یہ کہانی بھی طولانی
کپواڑہ کی سنو کی کہانی
دامن میں کرناہ کی وادی
حسن و شرم حیا کی وادی
میٹھا، ''بتہ ماج'' کا پانی

کپواڑہ کی سنو کی کہانی

کنڈی اور ٹنگڈھار ہیں اس میں
گبراہ اور دلدھار ہیں اس میں
''کُنڈ یراول'' تھان روحانی
کپواڑہ کی سنو کی کہانی

بھولی نام وہ چھاؤں میرا
اور'' کپاڑیاں '' گاؤں میرا
نہ چاہوں سُر دُکھی سنانی
کپواڑہ کی سنو کی کہانی

دھنی، کھارو پارہ اس میں
اور چھمکوٹ پیارا اس میں
گھنڈی ہے جانی پہچانی
کپواڑہ کی سنو کی کہانی

قاضی ناگ ہے ٹاڈ سے بہتا
اور آگے ٹیٹوال کو جاتا
راہ میں سُرمے پڑی نورانی
کپواڑہ کی سنو کی کہانی

یا رب اپنے یار کے صدقے
نبیوں کے سردار کے صدقے
رکھ کرناہ کی لاج مدامی
کپواڑہ کی سنو کی کہانی

غالباً یہی وجہ ہوئی کی نوے کی دھائی کے وسط میں ٹی بی کے موذی مرض کا شکار ہوا اور ۲۰۰۶ء میں ایچ وی سی نے آلیا، جس کا علاج مجاہدِ اوّل سردار محمد عبدالقیوم خان صاحبؒ نے کروایا۔ اللہ